اداریہ

معرکہ کربلا اور ہماری مجالسِ محرم

معرکہ کرب وبلا اسلامی تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جس میں مؤرخین نے خوب خوب خامہ فرسائی کی ہے۔ اہل تسنن و اہل تشیع مقررین و واعظین ہر سال ماہ محرم میں اس واقعہ کی تفصیلات وجزئیات بڑی شرح وبسط سے بیان کرتے ہیں اور خوب روتے رلاتے ہیں۔ ایک ایرانی شیعہ عالم نے تقریب بین المذاہب کے ایک رسالہ میں لکھا کہ تہران کی ایک مجلس وعظ میں بہت سے مقررین نے وعظ فرمایا اور میں نے بھی وعظ کہا' اور میں نے اپنے وعظ میں سامعین و ناظرین کو رلانے کی خوب کوشش کی مگر ناظرین پہلے ہی چار چھ مقررین کے وعظ پر رو دھو کر تھک چکے تھے۔ تاہم چونکہ مقابلہ رونے رلانے کا تھا اس لئے میں نے بھی حتی الامکان زور لگایا مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی۔

اہل سنت کے ایک معروف مقرر کو ہم نے اپنے ہاں دعوت دی کہ وہ محرم کا وعظ کہیں' تو انہوں نے بھی رلانے کی خاطر بڑا زور مارا مگر جب سامعین پر کوئی خاص اثر نہ ہوا تو فرمانے لگے یار لگتا ہے تم لوگ کوفی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو رونے رلانے والا مقرر ہوں مگر پتہ نہیں کہ کیوں تم لوگوں پر میری تقریر کوئی اثر نہیں کر رہی۔

مندرجہ بالا ۲ واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ محرم کی تقریر اور وعظ کا مطلب گویا یہ ہو گیا ہے کہ رونے رلانے کا کام کرنا ہے یعنی اگر مجلس میں' گریہ نہ ہوا تو گویا وعظ بے کار گیا۔ بعض مقررین اس موقع پر معرکہ کربلا کی ایسی جزئیات بیان کرتے ہیں کہ جیسے وہ خود ابھی ابھی میدان سے لوٹے ہوں اور سارا منظر انہوں نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہو۔

محض رونے رلانے کے لئے وعظ کہنا اور تقریر کو جان بوجھ کر ایسا بنانا کہ لوگ روئیں مقرر و واعظ کا فعل شنیع ہے۔ اور جھوٹی حکایات وروایات بیان کر کے لوگوں کو رلانے کی کوشش کرنا سخت گناہ کا کام ہے اور یقیناً ایسے فعل شنیع کے مرتکب واعظ قابل مواخذہ ہیں۔

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ = حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو (امام اعظم) ☆

فاضل بریلوی فرماتے ہیں : عوام مجلس خواں اگر چہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکرِ شہادت شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رُلانا اور اُس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شبہہ ہے۔ (فتاوی رضویہ طبع جدید' جلد ۲۴ ص ۵۱۵)

معتبر تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس سانحہء عظیمہ میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تمام مرد شہید ہوگئے صرف حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ جو اس وقت بچے تھے او ربیمار تھے سلامت رہے۔ شیعان علی جنہوں نے خطوط لکھ لکھ کر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی ابن زیاد کے دباؤ کے آگے ٹھہر نہ سکے اور اہل بیت اطہار کو ظالموں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر گھروں میں جا بیٹھے۔ جب میدان کربلا کا عالم یہ ہے کہ کوئی شخص بھی کوفیوں میں سے حضرت حسین کے ساتھ نہیں رہا اور خود حضرت حسین کے تمام ساتھی ماسوا زین العابدین بیمار کے جام شہادت نوش کر گئے تو معرکہ کی جزئیات کس نے بیان کیں؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت حسین اور اہل بیت اطہار کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا' اور وہ نہتے شہید ہوئے' مگر اس واقعہ کی اکثر وبیشتر جزئی اور تفصیلی روایات یوں لگتا ہے کہ زیب داستاں کے لئے ہیں۔ان واعظین کی بیان کردہ روایات سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ معرکہ' کفر واسلام کی ایک باقاعدہ جنگ تھی جس کی قیادت کے لئے حضرت حسین ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے تھے۔اور کافروں کے خلاف خم ٹھونک کر آپ میدان کربلا میں اترے' حالانکہ وہ میدان کربلا میں اترے نہیں بلکہ زبردستی اتارے گئے ۔ وہ لڑنے کے ارادے سے ہرگز مکہ سے نہیں چلے بلکہ انہیں مجبورا لڑنا پڑا۔وہ کوفہ سے واپس مدینہ طیبہ جانا چاہتے تھے مگر انہیں جانے نہیں دیا گیا۔وہ کسی صورت مزاحمین سے الجھنا اور لڑنا نہیں چاہتے تھے مگر انہیں مجبور کیا گیا۔

ہمارے مخدوم ومحترم حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن سے ہماری ذاتی عقیدت ومحبت کے علاوہ ایک نسبت یہ بھی ہے کہ وہ ہمارے استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طلب علم کے لئے آیا کرتے تھے اور ہم نے بھی قبلہ مفتی صاحب سے کچھ عرصہ شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔علامہ اوکاڑوی واقعہ کربلا محرم کی دس راتوں میں سنایا کرتے تھے اور ہم بڑی دلچسپی سے ان کی ان تقاریر کو سننے گھانچی پاڑہ جایا کرتے ۔مولانا تاریخی

روایات بڑی تحقیق سے بیان فرماتے تھے۔ اور ان کی مجلس میں بھی لوگ خوب روتے تھے۔ یہ تو تھی بات مقررین اور واعظین کربلا کی مگر آیئے دیکھتے ہیں کہ محققین اس سانحہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ کیا حضرت حسین جنگ کے ارادے سے نکلے تھے اور کیا یہ جنگ کفر واسلام کی جنگ تھی؟

خطہء ہند کے ایک عظیم بزرگ محقق لکھتے ہیں:

جب حُر بن یزید ریاحی تمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اول بار ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ہوئے۔ امام نے خطبہ فرمایا: ''اے لوگو! میں تمہارا بلایا آیا ہوں۔ تمہارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لایئے ہم بے امام ہیں، میں آیا اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں جلوہ فرما ہوں۔''

''و ان لم تفعلوا و کنتم بمقدمی کا رھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منه الیکم۔(۱)''

اور اگر تم عہد پر نہ رہو یا میرا تشریف لانا تمہیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا، وہیں واپس جاؤں۔''
وہ خاموش رہے۔

پھر بعد نمازِ عصر خطبہ فرمایا اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد کیا کہ ''ان انتم کرھتمونا انصرفت عنکم ۔''(۲) اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو، میں واپس جاؤں۔ حر نے کہا ہمیں تو یہ حکم ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچا دیں۔

امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا، وہ بقصد واپسی سوار ہوئے۔ حُر نے واپس نہ ہونے دیا۔

جب نینویٰ پہنچے حُر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو پٹپر میدان میں اتارو جہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمہارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجالاتے ہو یا نہیں۔ حُر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سنایا اور ایسی ہی جگہ اُترنے پر مجبور کیا، فدائیانِ امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی: اے ابن رسول اللہ! آگے جو لشکر آنے والے ہیں وہ ان سے بہت زائد ہیں۔ ہمیں اذن دیجئے کہ ان سے لڑیں۔ فرمایا: ''ما کنت لابدأهم بالقتال''(۳) میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں۔

جب خبیث ابن طیب یعنی ابن اسعد اپنا لشکر لے کر پہنچا حضرت امام سے دریافت کیا کیسے

آ ئے ؟ فرمایا: تمہارے شہر والوں نے بلایا تھا۔ "فاما اذ کرھتونی فانی انصرف عنهم" (۴) اب کہ میں انہیں ناگوار ہوں واپس جاتا ہوں۔ ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا، اس خبیث نے نہ مانا۔ قاتله الله۔

شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہوئی اُس میں بھی حضرت امام نے فرمایا: "دعونی ارجع الی المکان الذی اقبلت منه"۔ (۱) مجھے چھوڑو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں۔

ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اس بار وہ راضی ہوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا:

ایها الناس اذ کرهتمونی فدعونی أنصرف الی مأمنی من الارض۔ (۲)

اے لوگو! جبکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اشقیاء نے نہ مانا، غرض جب سے برابر قصد عود رہا مگر ممکن نہ ہوا کہ منظورِ رب یونہی تھا۔ جنت آراستہ ہو چکی تھی اپنے دولہا کا انتظار کر رہی تھی۔ وصال محبوب حقیقی کی گھڑی آ لگی تھی، تو ہرگز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی، ان خبیثوں ہی نے مجبور کیا اب دو صورتیں تھیں یا بخوف جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن وسنت ہو، یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا، قال تعالیٰ: الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان"۔ (۳) مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اُس پر ثوابِ عظیم، اور یہی اُن کی شانِ رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا۔ (مندرجہ بالا عبارت کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے' آپ نہ لڑنے کے ارادے سے چلے تھے اور نہ کفر واسلام کی کوئی جنگ آپ کے حاشیہ خیال میں تھی۔ اگر یہ کفر واسلام کی کوئی جنگ ہوتی تو آپ کافروں کے مقابلہ میں ڈٹ جاتے اور واپسی کا ارادہ کسی صورت نہ فرماتے۔ مگر جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت نے لکھا: منظورِ رب یونہی تھا۔ جنت آراستہ ہو چکی تھی اپنے دولہا کا انتظار کر رہی تھی۔ وصال محبوب حقیقی کی گھڑی آ لگی تھی، تو ہرگز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی' ان خبیثوں ہی نے مجبور کیا۔

(فتاوی رضویہ طبع جدید جلد ۱۴' ص ۵۴۲)

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

بریلوی علماء و واعظین ومقررین کو داستان کربلا وشہادت بیان کرتے وقت کم از کم اپنے امام ومقتدا کے موقف ہی کو سامنے رکھنا چاہئے اور داستان سرائی سے گریز کرنا چاہئے ۔کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

"۔۔۔شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایاتِ باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام و ناجائز ہے،خصوصاً جبکہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہرِ قاتل ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ جلد ۲۴ ص ۵۱۴)

حجۃ الاسلامی امام محمد الغزالی قدس سرہ ودیگر ائمہ اہل سنت نے شہادت نامہ وغیرہ پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے۔علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے :

> قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایتہ الخ (۱)
>
> امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لئے حرام ہے کہ وہ شہادت حسنین کریمین اور اس کے بے سروپا واقعات لوگوں کو سنائے الخ (ت)

پھر فرمایا:

> ما ذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسین وما بعدہ لا ینافی ما ذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ و براء تھم من کل نقص بخلاف ما یفعلہ الوعاظہ الجھلۃ فانھم یأتون بالاخبار الکاذبۃ والموضوعۃ ونحوھا ولا یبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ (۲) الخ
>
> امام حسین کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی روایات کا حرام ہونا جو بیان کیا گیا وہ اس کے خلاف نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ یہ سچا بیان جو صحابہ کرام کی جلالتِ شان اور ہر نقص وکمزوری سے ان کی برأت پر مشتمل ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے بخلاف اس کے جو

جاہل واعظین بیان کرتے ہیں، وہ جھوٹی، بناوٹی اور خود ساختہ خبریں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اوران کا محمل نہیں بیان کرتے حالانکہ حق پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ الخ (ت)

کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ و روایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں۔ یونہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ وحرام ہے۔ حدیث میں ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی. رواہ ابو داؤد والحاکم(۱) عن عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ (اسے ابو داؤد اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(فتاوی رضویہ جلد ۲۴ ص ۵۲۲)

مجالس محرم میں مصنوعی غم وگریۂ یا حقیقی حزن پیدا کرنے کی کوشش کسی صورت پسندیدہ نہیں جبکہ بہت سے بریلوی مقررین وواعظین اس کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں اور شیعہ حضرات تو باقاعدہ اشتہارات چھپواتے ہیں کہ دلسوز اور پراز گریہ مجلس ہوگی ضرورت شرکت فرمائیں۔

محقق اعظم ہند فرماتے ہیں:

"۔۔یونہی جبکہ اُس سے مقصود غم پروری و تصنّع وحُزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نامحمود، شرع مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف و زور لانا نہ کہ بتصنع و زور بنانا، نہ کہ اسے باعثِ قرب وثواب ٹھہرانا۔ یہ سب بدعاتِ شنیعہ روافض ہیں جن سے سنی کو احتراز لازم، حاشا للہ، حاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی وفاتِ اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی۔ دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ کا ماہِ ولادت و ماہِ وفات وہی ماہِ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت و حامیانِ سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادیِ ولادت اقدس بنایا۔ امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

ایّاہ ثمّ ایاہ ان یشغلہ (ای یوم عاشوراء) ببدع الرافضۃ ونحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذٰلک من اخلاق المؤمنین

والا لکان یوم وفاته صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم اولٰی بذلک واحرٰی۔(۱)الخ

بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یومِ عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہو جائے جو رونا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مؤمنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے۔اھ

(یعنی اگر رونے پیٹنے اور دُکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یومِ وصال پر عمل میں آتیں اور دیکھی جاتیں)۔(ت)

(ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ جلد ۲۴ ص ۵۱۵)

محقق ہند' نیز فرماتے ہیں:

عوام مجلس خواں اگر چہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکرِ شہادت شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رُلانا اور اُس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شبہ ہے۔ ہاں اگر خاص بہ نیت ذکر شریف حضرات اہل بیت طہارت صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدہم وعلیہم وبارک وسلم اُن کے فضائل جلیلہ ومناقب جمیلہ روایات صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں اُن کے فضل جلیل صبر جمیل کے اظہار کو ذکرِ شہادت بھی آجاتا اور غم پروری وماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا، مگر ہیہات اُن کے اطوار اُن کے عادات اس نیت خیر سے یکسر جدا ہیں۔ ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا اُن محبوبانِ خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی۔ بے شمار مناقب عظیم اللہ عزوجل نے اُنھیں عطا فرمائے۔ اُنھیں چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا اور اُس میں طرح طرح سے بالفاظ رقت خیز ونوحہ نما ومعانی حزن انگیز وغم افزا بیان کو وسعتیں دینا اُنھیں مقاصد فاسدہ کی خبریں دے رہا ہے۔ غرض عوام کے لئے اُس میں کوئی وجہ سالم نظر آنا سخت دشوار ہے پھر مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی وخوشی وعید اکبر کی مجلس ہیں، اذکار غم وماتم اُس کے مناسب نہیں۔ فقیر اُس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ ہمارے لئے خیر۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظرِ فقیر سے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

گزری انھوں نے بھی اس رائے فقیر کو موافقت فرمائی۔ والحمدللہ رب العالمین۔ آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

شهر السرور والبهجة مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاول، فانه شهر امرنا بالظهار الحبور فيه كل عام، فلا نكدره باسم الوفاة، فانه يشبه تجديد الماتم، وقد نصوا على كراهيته كل عام في سيدنا الحسين مع انه ليس له اصل في امهات البلاد الاسلامية، وقد تحاشوا عن اسمه في اعراس الاولياء فكيف في سيد الاصفياء صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔(۱)

یعنی ماہِ مبارک ربیع الاول خوشیو شادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمہ انوارِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانۂ ظہور ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اُس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے، اور بے شک علماء نے تصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے شرعاً مکروہ ہے، اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں۔ اولیائے کرام کے عرسوں میں نامِ ماتم سے احتراز کرتے ہیں تو حضور پُرنور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اُسے کیونکہ پسند کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"

حضرات گرامی، علماء اہل سنت، خصوصا واعظین ومقررین، ائمہ وخطباء مساجد، ہماری آپ سے درخواست ہے کہ ماہ محرم میں ایسی تمام کتب کے حوالہ جات، شہادت ناموں کی بیان کردہ روایات اور فرضی داستانوں کے بیان سے مکمل احتراز وگریز فرمائیں۔ اور ذکر شہادت میں اہل بیت اطہار کے علمی مشاغل ومحاسن بیان فرمائیں اور ان کے مجاہدانہ ومصلحانہ کارناموں سے عوام اہل سنت کو آگاہ فرمائیں۔ یہی ذکر شہادت ہوگا، اور یہی مجلس وعظ کام آئے گی۔